محمد حنیف ندوی

تأثرات

پچھلے دنوں ہمارے ادارہ میں اینڈرسن صاحب تشریف لائے۔ یہ انگلستان کے ایک مشہور ادارے پبلک ہارس کالج، لندن میں فقہ و قانون کے پروفیسر ہیں۔ حال ہی میں انھوں نے مشرقِ اوسط کا دورہ کیا ہے۔ جس سے ان کا یہ مقصد تھا کہ بلادِ اسلامی میں جو فقہی تبدیلیاں رونما ہوئی ہیں ان کا بنظرِ غائر مطالعہ کریں۔ اور یہ دیکھیں کہ ان میں کس حد تک مغربی افکار و تصورات کی جھلک نمایاں ہے۔ اور کس حد تک یہ اسلام ہی کے تقاضائے فروغ و ارتقا کی رہینِ منت ہیں۔ لاہور میں ان کی کئی تقریریں ہوئیں جن میں انھوں نے نہایت قابلیت، دقیقہ رسی۔ اور سلیقے سے اپنے مطالعہ و سفر کے نتائج پیش کیے۔ اور ازراہ کرم انھوں نے اسی سلسلہ میں ہمیں بھی موقع دیا کہ ہم اس اہم علمی و فکری موضوع پر ان سے تبادلِ خیال کریں اور دیکھیں کہ پاکستان میں تہذیب و تمدن کے دھارے جس رخ پر جاری ہیں، اور تشریع و فقہ کی تشکیل جدید کے تقاضے جن قالبوں میں ڈھل رہے ہیں ان میں مغربیت اور تقلید کا حصہ کتنا ہے۔ اور خود اسلامی روح کی کار فرمائیوں کا کس حد تک دخل ہے؟

ہم ان کے مطالعہ، شغف اور دقّتِ نظر سے بلا شبہ متاثر ہوئے اور متاثر سے زیادہ متحیر بھی ہوئے کہ یہ حضرات فقہ ایسے دقیق موضوع پر کتنی گہری نظر رکھتے ہیں۔ لیکن یہ ضرور کہیں گے کہ اسلامیات سے متعلق درجۂ تخصص پر فائز ہونے کے باوجود ان میں ایک نقص یہ رہ جاتا ہے کہ یہ اسلام کی روح کو پانے، اس کے باطن کو سمجھنے اور اس کے فطری تقاضوں کو جان لینے میں علم و فضل کے باوجود ناکام رہتے ہیں۔ مثلاً وہ اس پر پھولے نہیں سماتے کہ تمام اسلامی ممالک میں زندگی کی طغیانیاں ایک نئے ساحل کی تلاش میں ہیں اور مغربی افکار و تصورات کا ذوقِ آرائش اسلامی معاشرہ کو سج دھج کے نئے نئے روپ عطا کر رہا ہے۔

لیکن یہ حقیقت انھیں کون سمجھائے کہ اسلام بجائے خود ایک ترقی پذیر اور متحرک مذہب ہے اس سے اور سنورتا ہے، اور مجلا ہوتا ہے اور افقِ ارتقا پر آفتاب و ماہتاب بن کر چمکتا ہے۔ فیشن اور تہذیب و تمدن کی کھوکھلی لغویات سے قطع نظر جب فقہ و قانون کی سطح پر ہمارے ہاں کوئی سنجیدہ تغیر رونما ہو تو اس کا باعث اور سبب بیرونی تقلید نہیں خود اسلام کا وہ اندرونی مطالبہ اور وہ باطنی تقاضہ ہوتا ہے جو زندگی کو صحیح راستوں پر ڈالنے کا متمنی ہے۔ اسلام اور زندگی، اسلام اور علوم معارف، ایک ہی حقیقت کی دو مختلف تعبیریں ہیں۔ مغرب نکاح وطلاق کے بارے میں ان چھوٹی چھوٹی تبدیلیوں پر حیران اور خوش ہے جو مشرقِ اوسط اور پاکستان میں بروئے کار آ رہی ہیں۔ اور ہمارے سامنے یہ مسئلہ ہے کہ کیونکر اسلام کے ان اقتصادی، سیاسی اور اجتماعی مضمرات کی روشنی میں پورے معاشرہ کو ایک نئی صورت میں پیش کیا جائے کہ جن کو ابھی تک آزمایا ہی نہیں گیا۔ اور جن کی جلوہ آرائیوں کا ابھی عالم انسانی نے مشاہدہ ہی نہیں کیا۔ اقبال کس قدر صحیح بات کہہ گیا ہے کہ اسلام صرف وہی نہیں جس سے ہم بہرہ مند ہوئے بلکہ اس میں وہ حقیقتیں بھی شامل ہیں جن سے ہمیں ابھی بہرہ مند ہونا ہے۔ مسٹر اینڈرسن سے عائلی قوانین پر خصوصیت سے تبادلِ خیال ہوا اور وہ یہ بات سن کر خوش ہوئے کہ ان کی ترتیب و تدوین میں ادارہ کے اہل الرائے نے بھی معتد بہ حصہ لیا۔ لیکن اس باب میں بھی ہمارے اور ان کے نقطۂ نظر میں وہی اصولی تفاوت رونما تھا جس کا ہم نے ابھی ابھی ذکر کیا۔ یورپ کے ان تمام اہلِ علم کی طرح جو مشرقی علوم و تحریکات سے دلچسپی رکھتے ہیں، ان کا بھی یہی خیال معلوم ہوتا تھا کہ ان اصلاحات کے پیچھے مغرب کی تمدنی و تہذیبی برتری کا تصور کارفرما ہے۔ ہم مانتے ہیں کہ ہمارے ہاں ایسے متجددین کی کمی نہیں جو ہر اجتماعی اصلاح کے لیے ہمیشہ کتاب وسنت کے بجائے مغرب کی طرف دیکھنے کے عادی ہیں، مگر ہم یہ ضرور کہیں گے کہ اصلاحِ احوال کی غرض سے ہمیں مغرب کی منت پذیری کی قطعاً حاجت نہیں۔ اسلام کے مضمراتِ اصلاح و تجدید میں وہ تمام فکری و اصولی عناصر پہلے سے موجود ہیں جن سے کہ ایک صالح، صحت مند اور ترقی پذیر معاشرہ ترتیب پاتا ہے۔

آسانیِ فہم کی خاطر تعددِ ازدواج اور وحدتِ ازدواج ہی کے مسئلہ کو لیجیے۔ اس کی تعبیر میں